خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 25 اپریل 2022ء | 23 رمضان 1443 ہجری قمری | 25 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 98

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اگر تم میں سے کوئی کمزور ہو جائے یا عاجز رہ جائے۔ تو وہ آخری سات راتوں میں ہرگز مغلوب نہ ہو جائے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر۔۔۔حدیث نمبر 2765)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے بعض کو (لیلۃ القدر آخری عشرہ کی) پہلی سات راتوں میں دکھائی گئی ہے اور تم میں سے بعض کو آخری سات راتوں میں دکھائی گئی ہے۔ پس تم اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر۔۔۔حدیث نمبر 2764)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

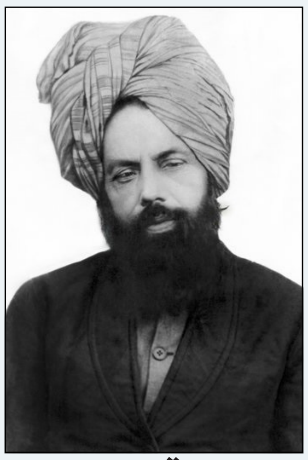

ہر رات لیلۃ القدر ہوسکتی ہے

’’ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصہ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلّی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے جو مَیں اس کو قبول کروں۔ لیکن ایک معنے اس کے اور ہیں جس سے بدقسمتی سے علماء مخالف اور منکر ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اتارا ہے کہ تاریک و تارتھی اور وہ ایک مستعد مصلح کی خواہاں تھی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جب کہ اس نے فرمایا وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات: 57)۔ پھر جب انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ تاریکی ہی میں پڑا رہے۔ ایسے زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہو۔ پس اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ اس زمانہ ضرورت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور دلیل ہے‘‘

(الحکم جلد نمبر 10 نمبر 27 مؤرخہ 31 جولائی 1906ء بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 8 صفحہ 316)

تجدید دین کا دور بھی لیلۃ القدر ہے

’’سورۃ القدر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا بلکہ جب وہ گمراہ ہو جائیں گے اور اندھیروں میں گر جائیں گے تو ان پر لیلۃ القدر کا زمانہ آئے گا اور روح زمین پر نازل ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے گا اسے اتارے گا اور اسے مجدد بنا کر مبعوث فرمائے گا اور روح کے ساتھ ملائکہ بھی نازل ہوں گے جو لوگوں کے دلوں کو حق اور ہدایت کی طرف کھینچ کر لائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا‘‘

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 320 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 8 صفحہ 315)

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ۞

(الدخان: 4)

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے ایک بڑی مبارک رات میں اتارا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت اس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے یا یوں کہو کہ اس کا ایک ظلّ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ (الدخان: 5) یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے، ہر یک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دی جائیں گی اور انواع و اقسام کے علوم غریبہ و فنونِ نادرہ وصناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے۔ اور انسانی قویٰ میں موافق ان کی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ بمنصۂ ظہور لایا جائے گا۔ لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پُر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا۔ درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں ہی دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پُر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 155 تا 160)

پس یہ ہے وہ خوبصورت وضاحت جس کا ذکر جیسا کہ مَیں نے کہا آپ نے مختلف رنگ میں مختلف جگہوں پر کیا ہے، مختلف کتابوں میں کیا ہے۔ یہ ایک نمونہ ہے۔

(خطبۂ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 20 اگست 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- محمود کی آمین (منظوم)
- آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے (الہام مسیح موعود)
- دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- جماعت احمدیہ برکینا فاسو کی سرگرمیوں کی ایک جھلک
- باغبانی کا آغاز کیسے کیا جائے

دربارِ خلافت

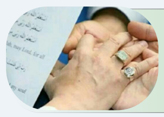

لیلۃ القدر اور خطبۃ الوداع کی اسلامی حقیقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

رمضان کا آخری عشرہ بھی بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اس عشرے میں دو چیزوں کی طرف مسلمان زیادہ توجہ رکھتے ہیں یا انہیں بہت اہمیت دیتے ہیں ان میں سے ایک تو لیلۃ القدر ہے اور دوسری چیز جمعۃ الوداع۔ ان میں سے ایک یعنی لیلۃ القدر تو ایک حقیقی اہمیت رکھنے والی چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ احادیث میں اس کا مختلف روایتوں میں ذکر ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر موجود ہے لیکن جمعۃ الوداع کو تو خود ہی مسلمانوں نے یا علماء کی اپنی خود ساختہ تشریح نے غلط رنگ دے دیا ہے۔ آج میں ان ہی دو باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا یا ان کی اہمیت اور حقیقت کے بارے میں مختصر ذکر کروں گا۔ آج بھی میں نے کچھ استفادہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات سے کیا ہے۔

لیلۃ القدر کے بارے میں مختلف راویوں نے مختلف تاریخیں بتائی ہیں۔ کسی نے اکیس رمضان بتائی۔ کسی نے تیئس سے انتیس تک کی تاریخیں بتائیں۔ بعض اسی بات پر پکے ہیں کہ ستائیس یا انتیس لیلۃ القدر ہے۔ لیکن بہرحال عموماً اس بارے میں یہی روایت ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ آخری دس دنوں میں، دس راتوں میں تلاش کرو۔

بہرحال لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس کی ایک حقیقت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خاص رات کی معین تاریخ کا بھی علم دیا گیا جس میں ایک حقیقی مومن کو قبولیت دعا کا خاص نظارہ دکھایا جاتا ہے اور دعائیں بالعموم سنی جاتی ہیں۔ لیکن روایات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ دو مسلمانوں کی ایک غلطی کی وجہ سے یہ معین تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گئی۔ اس ساعت کا علم ہونا، اس گھڑی کا علم ہونا کوئی معمولی چیز نہیں اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قدرتی طور پر ایک خواہش پیدا ہوئی کہ اس کا جو علم خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے تو میں مومنین کی جماعت کو بھی بتاؤں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا گیا تو آپ خوشی خوشی گھر سے باہر آئے تاکہ لوگوں کو بھی اس کی اطلاع دیں اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں مگر جب باہر تشریف لائے تو دیکھا دو مسلمان لڑ رہے ہیں۔ آپ ان کی لڑائی اور اختلاف مٹانے میں مصروف ہوئے تو اس کی تاریخ کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔ لگتا ہے کافی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں اشخاص کی صلح کرانے میں لگا یا معاملے کو سلجھانے میں لگا۔ بہرحال جب آپ دوبارہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ میں تو لیلۃ القدر کی تاریخ بتانے آیا تھا تو آپ اس وقت تک وہ معین تاریخ بھول چکے تھے بلکہ حدیث میں 'بھلا دیا گیا' کے الفاظ بھی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بھولے ہی نہیں تھے بلکہ الٰہی تصرف سے اس گھڑی کی یاد اٹھا لی گئی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جھگڑے کی وجہ سے یا اختلاف کی وجہ سے اس گھڑی کا علم اٹھا لیا گیا ہے اس لئے اب معین تو نہیں لیکن اسے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس سے ایک بڑا اہم نکتہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے وہ قومی اتحاد و اتفاق سے تعلق رکھتی ہے۔ پس یہ بڑا اہم نکتہ ہے۔ ہم حدیث سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ اگر وہ دونوں مسلمان نہ لڑتے تو یہ معین تاریخیں ہمیں پتا چل جاتیں۔ لیکن اس اہم بات کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت سے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے وہ قومی اتفاق و اتحاد سے تعلق رکھتی ہے اور جس قوم میں سے اتحاد و اتفاق مٹ جائے اس سے لیلۃ القدر بھی اٹھا لی جاتی ہے۔

آج بڑے افسوس سے ہمیں یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے مسلمان ممالک کی بدقسمتی ہے کہ ان میں اتفاق و اتحاد نہیں رہا۔ رعایا رعایا سے لڑ رہی ہے۔ رعایا حکومت سے بھی لڑ رہی ہے اور حکومت رعایا پر ظلم کر رہی ہے۔ گویا نہ صرف اتفاق و اتحاد نہیں رہا بلکہ ظلم بھی ہو رہا ہے۔ اور پھر ظلم پر زور بھی دیا جا رہا ہے۔ پس اس اتفاق و اتحاد کی کمی کا نتیجہ ہے کہ غیروں کو بھی جرأت ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جو چاہیں کریں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسرائیل بھی ظالمانہ طور پر اس وقت معصوم فلسطینیوں کو قتل کرتا چلا جا رہا ہے۔ اگر مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد ہوتا اور وہ خدا تعالیٰ کے بتائے

بقیہ صفحہ 11 پر

محمود کی آمین

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی
دل میں میرے یہی ہے سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے پاک پاک قدرت عظمت ہے اسکی عظمت
لرزاں ہیں اہل قربت کروبیوں پہ ہیبت

ہے عام اس کی رحمت کیونکر ہو شکر نعمت
ہم سب ہیں اسکی صنعت اس سے کرو محبت

غیروں سے کرنا الفت کب چاہے اسکی غیرت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جو کچھ ہمیں ہے راحت سب اسکی جود و منت
اس سے ہے دل کی بیعت دل میں ہے اسکی عظمت

بہتر ہے اسکی طاعت طاعت میں ہے سعادت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا

اس بن نہیں گزارا غیر اس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یا رب ہے تیرا احساں میں تیرے در پہ قرباں
تونے دیا ہے ایماں، تو ہر زماں نگہباں

اداریہ

آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے (الہام مسیح موعودؑ)

مامور زمانہ اور عاشق رسولؐ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مؤرخہ 14 اگست 1907ء کو الہام ہوا۔

’’آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آگئے، عزت اور سلامتی‘‘

(تذکرہ صفحہ 615 ایڈیشن پنجم قادیان)

یہ الہام اُس محبت کی عکاسی کرتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے آقا و مولا سیّدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اس زمانہ میں آنحضورؐ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے سب سے بڑھ کر آپؐ سے ایسی محبت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؑ فرماتے تھے کہ

’’مجھے جو کچھ ملا ہے وہ نبی کریمؐ کی سچی محبت اور کامل متابعت کے فیض سے ہی ملا ہے۔‘‘

آپؑ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے عاشق تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بذریعہ رؤیا ’’ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ‘‘ کی سند حاصل ہوئی۔

آپؑ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

پھر آپؑ اپنے مقام و مرتبہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

’’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا۔ اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

’’جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

آنحضورؐ سے غیرت کے حوالہ سے تاریخ احمدیت نے یہ واقعہ بھی محفوظ کیا ہے۔

آپؑ کی غیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اسوہ پر کسی حملہ کو برداشت نہ کرپاتی۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام فیروز پور سے قادیان آرہے تھے۔ حضور علیہ السلام پلیٹ فارم کے قریب ہی نماز کی تیاری میں مصروف تھے کہ لیکھرام جو آپ کا سخت دشمن تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کرتا تھا، آپ کی طرف بڑھا اور سلام کیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ:

اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا مگر حضرت نے یونہی سر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔ اس نے سمجھا شاید سنا نہیں۔ اس نے پھر (سلام) کیا۔ حضرت بدستور استغراق میں رہے۔ وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ فرمایا! اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی توہین کی ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔‘‘

(حیات طیبہ صفحہ 211)

آپؑ ایک اور موقع پر اس عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

جان و دِلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

(اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1884ء)

ترجمہ: میری جان اور دل محمد صلی اللہ علیہ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے کوچہ پر قربان ہے

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رَود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دِلم عزمِ صمیم

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 63)

ترجمہ: حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو جائیں۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی دعا ہے اور یہی میرا دلی ارادہ ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

اس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

جب کسی سے کوئی اتنی زیادہ محبت وعشق کا نہ صرف دعویدار ہو بلکہ وہ بے انتہا حقیقی محبت بھی رکھتا ہو تو محب، محبوب کے دربار سے فیض حاصل کرنے کے لئے چل کر جایا ہی کرتا ہے مگر جب محبت اپنی انتہا کو پہنچ جائے کہ محب، محبوب کے دل میں گھر جائے تو پھر محبوب، محب کے گھر بنفس نفیس آکر محب کی محبت کو acknowledge کرتا اور اس کے حوصلے بڑھاتا ہے۔ یہی کیفیت اس الہام میں نظر آتی ہے کہ دنیا کی سب سے مبارک اور پیاری ہستی سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے محب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے گھر چل کر آگئے۔ جس کی اطلاع خود خدائے تبارک و تعالیٰ نے الہاماً دی۔

اب اس الہام کے الفاظ پر غور کریں تو ’’گھر‘‘ کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یہاں اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ میں اَلدَّار کی طرح مادی اور روحانی دونوں ’’گھر‘‘ مراد لئے جا سکتے ہیں۔ اور جس گھر میں سیّدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں اس سے بڑھ کر اور کیا برکت ہوسکتی ہے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ جس گھر میں کوئی ’بزرگ‘ ’پیر‘ آجائے تو اس گھر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ اس بزرگ کی خوبیوں اور اخلاق کو اپنانا ہوتا ہے۔ اس کی تصویر اپنے اندر اتارنی ہوتی ہے۔ ہمارے احمدی گھرانوں میں ہر جمعۃ المبارک کو خلیفہ رسول ایم ٹی اے کے ذریعہ نزول کر کے دینی امور کی یاد دہانی کرواتے ہیں۔ تو ہم اس وقت کو اپنے لئے بہت بابرکت گھڑیاں قرار دیتے ہیں۔ حضرت صاحب کی باتوں کو سنتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے نہ صرف عہد و پیمان باندھتے ہیں بلکہ حضور کی چال ڈھال، طرزِ زندگی اور تلاوت کے طریق کو بھی اپناتے ہیں۔ میں اس سے قبل بھی اپنے سے بیتا ایک واقعہ کئی بار کوٹ کر چکا ہوں کہ لاہور میں قیام کے دوران میں نے ایک نو مبائع کو جس کے اندر خلیفۃ المسیح کی محبت رچ بس گئی تھی جمعہ کے روز ایک جماعتی کام کرنے کو کہا۔ اس کا جواب یہ تھا کہ ’’حضور کے خطبہ جمعہ کے بعد کر دوں گا کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب میرے خلیفہ میرے گھر میں بطور مہمان رونق افروز ہوں گے۔ میں نے ان کی مہمان نوازی کرنی ہے جس کے لئے مجھے گھر میں رہنا ضروری ہے۔‘‘

یہی کیفیت جمعہ کے روز قریباً ہر احمدی کی ہوتی ہے۔ اور جب خلیفۃ اللہ حضرت محمدؐ ہمارے گھر آئیں تو ہمیں ان تمام تعلیمات کو اپنا کر اپنے آپ کو حضرت محمدؐ کی تصویر بنانا ہے کہ ہمارے متعلق بھی فرشتے ’’کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ‘‘ کی سند کا اعلان کرسکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی کتب کا مطالعہ کر جائیں آپ کو یہ بات عام ملے گی کہ آپؓ اپنی نوجوان نسل کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اپنانے کے لئے عمومی طور پر ’’چھوٹا محمدؐ‘‘ بننے یا اپنے اندر حضرت محمدؐ کو اتارنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ یہی وہ مضمون ہے جو زیر نظر اس الہام میں درج ہے کہ

’’آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آگئے، عزت اور سلامتی‘‘

اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا و مرشد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار بھی پنہاں ہے۔ الہام میں صرف ’’آئے‘‘ کے الفاظ نہیں بلکہ الفاظ ’’آگئے‘‘ میں اس محبت میں خوشی کے اظہار کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعود کو اپنے آقا و مولیٰ سے تھی۔ جس طرح ایک بچہ اپنے سے بہت پیار کرنے والے کی آمد پر خوشی کے اظہار میں کہہ اٹھتا ہے کہ وہ آگئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت مسیح موعودؑ کے مادی گھر اور روحانی گھروں میں آمد کی صورت میں نتیجہ کیا درج ہے ’’عزت اور سلامتی‘‘

اور آج اس نتیجہ کا عملی اظہار ہم اپنے گھروں میں صبح شام دیکھتے ہیں کہ جن احمدیوں نے اس الہام کے مطابق اپنے گھروں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو حرز جان بنایا، اسلام احمدیت کو ہوا دی۔ قرآن کریم کو زندہ رکھا۔ نمازوں کے ذریعہ، نوافل کے ذریعہ، نرم زبان سے، اپنے نیک اعمال سے۔ انہوں نے اپنے پیارے رسول حضرت محمدؐ کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور وہ لوگ باعزت ٹھہرے اور انہی کے گھروں میں امن و سلامتی ہے۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بھی پیغامِ محبت ہے۔ آپؐ کا دین بھی دینِ محبت ہے۔ جس کا نام اسلام یعنی سلامتی والا اور اسلام پر ایمان لانے والا مسلم اور مومن کہلاتا ہے۔ جس کے معانی ہیں، سلامتی والا، امن والا اور امن دینے والا۔

اب جبکہ ہم رمضان المبارک کے آخری مبارک دنوں سے گزر رہے ہیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ ہماری کوشش ہو گی کہ ہم اپنی نمازوں کو زندہ کریں، راتوں کو نوافل سے زندہ کریں، تسبیح و تحمید سے اپنے آنگن کو معطر کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں روزے رکھ کر رمضان کو اپنے اندر اتاریں۔ اور یوں اس الہام کے مطابق ہمارے گھروں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول ہو گا۔ جس سے گھر کا چپہ چپہ بابرکت ہو گا اور ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف گامزن رکھے گا۔ آمین

(ابو سعید)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 19

دعا کے مراحل اور مراتب

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہوتے ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہوجاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کرسکتے۔ حالانکہ خداتعالےٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔ دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہوجاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کرسکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کردیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گزرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہوجاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔مرد شاید ان تکالیف۔ اور مصائب کا اندازہ نہ کرسکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔تب کہیں جاکر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آجاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حدتک پہنچایا جاوے جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔جس طرح پر آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آکر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلادے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے۔ جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہوجاوے کہ نامرادیوں کو جلادے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہوجاوے

جنابت است بلند کہ نگارا ست پیدا۔

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالےٰ ظاہر کردیتا ہے۔ میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گزشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتاہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آہی جاتی ہے۔خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہیئے؟

خدا تعالےٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہوگا۔ یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور نہ نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔

بعض ایسی حالت میں دہریہ ہوجاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مرگئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کیں تھیں وہ قبول ہوجاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہوگیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے۔ زمین کی دولتیں خداتعالےٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کرسکتا ہے کیا دیکھا نہیں۔ کہ اس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنادیا اور بڑی بڑی سلطنتوں کو اس کا تابع فرمان بنادیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنادیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے خدا تعالےٰ کا ہوجاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش ریاکاری و شرک کی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو ابوالملت اور ابوالحنفاء قرار دیا۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہوگئی؟ ابراہیمؑ کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 418 -420 آن لائن ایڈیشن 1984ء)

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ (البقرہ:187) یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو

کہدے کہ میں قریب ہوں۔قریب والا تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ دور والا کیا کرے گا؟اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تک تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہوچکے۔ اس لئے فرمایا کہ کہدو میں قریب ہوں۔ پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور طاقت پر ایک ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ بہت سی دعاؤں کے ردّ ہونے کا یہ بھی سرّ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرالیتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالےٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہوگی اور فائدہ اور نتیجہ اس پر مرتب نہیں ہوسکیگا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا صَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ:103) تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش اور جذبات کی آگ سرد ہوجاتی ہے۔ دوسری طرف فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ (البقرہ:187) کا بھی حکم فرمایا ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات۔ پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کردیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جاوے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جاوے۔غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے نہ بیکار نشینی کا سبق۔ بلکہ ان افراط اور تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ نہ یہ چاہا کہ تعذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کرو اور اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالو نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں اور شکار میں گزارو یا ناول خوانی میں بسر کرو اور رات کو سوکر یا عیاشی میں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 428 -429 آن لائن ایڈیشن 1984ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22؍اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط وخال ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے، چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے، یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا۔آج کل ہم رمضان کے مہینہ سے گزر رہے ہیں اور تقریبًا دو عشرے ختم ہو گئے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مؤمن اِس مہینہ میں یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اِس مہینہ کے فیض سے حصہ لے۔

رمضان کے فیض سے ہم تبھی حصہ پا سکیں گے

اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے حکم میں شروع میں ہی روزہ کا یہ مقصد بیان فرمایا ہے کہ روزے تم پر اِس لئے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس روزوں اور رمضان کے فیض سے ہم تبھی حصہ پا سکیں گے جب ہم روزوں کے ساتھ اپنے تقویٰ کے معیار بھی بلند کرنے والے ہوں گے، ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کریں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے

کیا صرف نام کا روزہ رکھنا ہی ہمارے لئے کافی ہے؟ سحری اور افطاری کرنا ہی کافی ہے؟ کیا ہمارا اتنا کام ہی ہمیں روزہ کی ڈھال کے پیچھے لے آئے گا کہ ہم نے سحری اور افطاری کر لی؟ نہیں! بلکہ اِس کے لوازمات کو بھی دیکھنا ہو گا اور بنیادی مقصد جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس اگر ہم نے اپنے روزوں کو، اپنے رمضان کو وہ روزے اور رمضان بنانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو، جس کا اجر خود اللہ تعالیٰ بنتا ہو تو ہمیں پھر اُسے اُس معیار پر لانا ہو گا جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔

پس ہمارا فرض ہے

ہم اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرتؐ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے آپؐ پر اپنے ایمان کو کامل کرتے ہوئے اِس بات کو بھی مانا ہے کہ آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آنا تھا وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں آ چکا ہے اور اب دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اِس مسیح و مہدی کے ہاتھ سے ہی ہونا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی روح کو قائم رکھنے کے لئے مسیح موعودؑ سے ہی رہنمائی لیں۔

تو پھر سنو !ایمان کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے

چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تقویٰ کے متعلق آپؑ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو اِس مضمون سے بھی ہمیں آگاہی ہوتی ہے کہ تقویٰ کیا ہے؟ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں تو پھر سنو کہ ایمان کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔

اور پھر فرمایا کہ تقویٰ کیا ہے؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ اب اگر ہم جائزہ لیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں، ہمیں اپنے جائزے سے ہی پتا چل جائے گا کہ کیا ہم تقویٰ کا حق ادا کرتے ہوئے حقوق اللہ کی ادائیگی کر رہے ہیں، کیا ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اُس وقت تک پتا نہیں چل سکتی جب تک اِن باتوں کا مکمل علم نہ ہو۔علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ بغیر علم کے کوئی چیز حاصل ہی نہیں ہوسکتی، اُس کو آدمی پا ہی نہیں سکتا۔

اِس کے لئے بار بار قرآن شریف کو پڑھو

آپؑ نے فرمایا! یہ علم حاصل کرنے کے لئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حق ہیں، کیا بندوں کے حق ہیں، کن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، کن باتوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اِس کے لئے بار بار قرآن شریف کو پڑھو۔ فرمایا! اور تمہیں چاہئے کہ برے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ جب قرآن شریف پڑھ رہے ہو اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ اِن بدیوں سے بچتے رہو۔

رمضان میں قرآن شریف اِس سوچ سے پڑھنا چاہئے

پس اِس رمضان میں ہم قرآن شریف بھی پڑھ رہے ہیں اور عمومًا قرآن کریم پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے تو اِس سوچ سے پڑھنا چاہئے کہ اِس کے اوامر و نواہی پر ہم نے غور کرنا ہے اور برے کاموں سے رکنا ہے اور اچھے کاموں پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔آپؑ نے فرمایا! قرآن شریف میں اول سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے۔

آپؑ نے اِس بات کو بڑے زور سے بیان فرمایا

جب تک انسان متقی نہیں بنتا اُس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المآئدہ:28) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کی عبادت کو قبول فرماتا ہے۔فرمایا ! یہ سچی بات ہے کہ نماز، روزہ بھی متقیوں کا ہی قبول ہوتا ہے۔

عبادات کی قبولیت اور اِس سے مراد کیا ہے؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز قبول ہوگئی ہے تو اِس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں فرمایا !اُس وقت تک نری ٹکریں ہی ہیں۔ پس ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کیا ہمارا رمضان، ہمارے روزے ہمیں اِس معیار پر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔فرمایا! پس پہلی منزل اور مشکل اُس انسان کے لئے جو مؤمن بننا چاہتا ہے یہی ہے کہ برے کاموں سے پرہیز کرے اور اِس کا نام تقویٰ ہے۔

حصول تقویٰ کی کوشش نہیں کی تو روزوں کا مقصود پورا نہیں کیا

پس اگر ہماری عبادتوں، ہمارے روزوں، ہمارے قرآن کریم پڑھنے نے اگر ہم میں عملی تبدیلیاں پیدا نہیں کیں اور تقویٰ جس کا حصول روزوں کا مقصود ہے وہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تو ہم نے اپنے روزوں کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ ہم نے اُس ڈھال کے متعلق باتیں تو کی ہیں جس کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے لیکن ہم نے اُس ڈھال کے استعمال کا طریق سیکھنے کی کوشش نہیں کی، ہم نے سحری اور افطاری کا اہتمام تو کیا لیکن ہم نے سحری اور افطاری کھانے کے مقصد کو پورا نہیں کیا، ہم نے سارا دن بغیر کھائے پیئے گزار تو دیا لیکن ہم نے اُس فاقہ کے مقصد کو پورا نہیں کیا جو مقصد تقویٰ سے پورا ہوتا ہے اور جو تقویٰ ہم میں پیدا ہونا چاہئے تھا۔ پس یہ ہمیں جائزے لینے ہوں گے کہ ہؤا یا نہیں۔

تقویٰ کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض اور اقتباسات

مزید برآں حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض اور اقتباسات بھی تقویٰ کے بارہ میں پیش فرمائے جس سے ہماری رہنمائی ہوتی ہے کہ اصل تقویٰ کیا ہے اور کس قسم کا تقویٰ حضرت مسیح موعودؑ ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے

آپؑ فرماتے ہیں۔ جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آ جائیں وہ متقی نہیں بنتا۔۔۔سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کی منازل طے کرو، جتنے نبیؑ آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:35) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔۔۔مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

مختلف زاویوں سے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں نصائح فرمائی ہیں وہ بعض حوالے مَیں نے پیش کئے ہیں تا کہ ہمیں تقویٰ کے مطلب اور اُس کی گہرائی کا بھی علم ہو اور ہم جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے آپؑ کی جماعت میں شامل ہو کر تقویٰ کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اُس پر چلنے والے بھی ہوں۔ رمضان کے اِن بقیہ دنوں میں جس حد تک ممکن ہو ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ تقویٰ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے بنیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق عطاء فرمائے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 01؍اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر اللہ ہم پر ابوبکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہؐ، کتبِ تفاسیر قرآن اور تاریخ اسلام نیز ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے احمدیت کی روشنی میں اسلام میں قتل مرتد کی سزا کے عنوان پر سیر حاصل بحث

مکرم محمد بشیر شاد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ (امریکہ)، مکرم رانا محمد صدیق صاحب سیالکوٹ اور مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب اسلام آباد کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے فتنوں کا ذکر

ہو رہا تھا۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’ابن خلدون نے ...... لکھا ہے ’’عرب کے عوام وخواص مرتد ہو گئے اور بنو طے اور بنو اسد طُلَیحہ کے ہاتھ پر جمع ہو گئے اور بنو غطفان مرتد ہو گئے۔ اور بنو ہَوازن متردّد ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینی روک دی۔ نیز بنو سُلَیم کے سردار مرتد ہو گئے اور اسی طرح ہر جگہ پر باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا۔‘‘ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ... عرب مرتد ہو گئے۔ ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے‘‘، یعنی خوف سے ایک جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پناہ تلاش کر تی ہیں۔ ’’اس پر لوگوں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے پس مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابوبکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبداللہ بن مسعودؓ کا حوالہ دے کے فرماتے ہیں کہ ’’عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر اللہ ہم پر ابوبکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ آپؓ نے ہمیں اس بات پر اکٹھا کیا کہ ہم بنت مخاض‘‘، یعنی ’’(ایک سالہ اونٹنی) اور بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) کی (زکوٰۃ کی وصولی کے لئے) جنگ لڑیں اور یہ کہ ہم عرب بستیوں کو کھا جائیں اور ہم اللہ کی عبادت کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ موت ہمیں آ لے۔‘‘

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ نمبر 188-189 حاشیہ، شائع کردہ نظارت اشاعت)

یہ جو بحث چل رہی ہے اس میں بعض غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ

کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟

اس بارے میں مختصر بیان کر دیتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب تقریباً سارے عرب نے ارتداد اختیار کر لیا اور بعض لوگوں نے کلّی طور پر اسلام سے دُوری اختیار کر لی اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کے خلاف قتال کیا۔ کتبِ تاریخ اور سیرت میں ایسے تمام افراد کے لیے مرتدین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے

بعد میں آنے والے سیرت نگار اور علماء کو غلطی لگی یا وہ غلط تعلیم پھیلانے کا باعث بنے کہ گویا مرتد کی سزا قتل ہے اور اسی لیے حضرت ابوبکرؓ نے تمام مرتدین کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور ایسے سب لوگوں کو قتل کروا دیا سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر لیں

اور یوں ان مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضرت ابوبکرؓ کو عقیدہ ختم نبوت کا محافظ اور اس کے ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اس دور میں ختم نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کے اس طرح کے تحفظ کی کوئی سوچ یا نظریہ موجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے خلاف اس لیے تلوار اٹھائی گئی تھی کہ ختم نبوت کو کوئی خطرہ تھا یا مرتد کی سزا چونکہ قتل تھی اس لیے ان کو قتل کیا جائے۔ اس کی تفصیل تو آ گے بیان ہو گی اور اس بارے میں تو بیان ہو گا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا گیا؟ لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ

کیا قرآن کریم نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد کی سزا قتل بیان کی ہے یا کوئی اَور سزا بھی مقرر کی ہے؟

اسلامی اصطلاح میں مرتد اس کو کہا جاتا ہے جو دینِ اسلام سے انحراف کر جائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر دائرۂ اسلام سے نکل جائے۔ جب ہم قرآنِ کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر مرتد ہونے والوں کا باقاعدہ ذکر تو فرمایا ہے لیکن ان کے لیے قتل یا کسی بھی قسم کی دنیاوی سزا دینے کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ چند آیات نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے کہ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (البقرۃ: 218) یعنی اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ اس میں وہ بہت لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ تم میں سے جو کوئی مرتد ہو جائے اور آخر کار اسی کفر کی حالت میں مر جائے۔ اس سے خوب واضح ہو رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل نہ تھی کیونکہ اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو یہ بیان نہ ہوتا

کہ ایسا مرتد آخر کار کفر کی حالت میں مر جائے۔

پھر ایک جگہ فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ‌ ؕ ذٰ لِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (المائدہ:55) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو ضرور اللہ اس کے بدلے ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں۔ مومنوں پر وہ بہت مہربان ہوں گے اور کافروں پر بہت سخت۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھتے ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

اس جگہ بھی مرتد ہونے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے مومنوں کو یہ خوش خبری تو دی گئی کہ ایسے لوگوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قوموں کی قومیں عطا فرمائے گا لیکن کہیں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ مرتد ہونے والوں کو قتل کر دو یا فلاں فلاں سزا دو۔

پھر ایک اور آیت جو کہ ہر قسم کے شکوک وشبہات اور سوالات کو ختم کر دینے والی ہے وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَـغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِيَـهۡدِيَهُمۡ سَبِيۡلًا (النساء:138) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔

پس بڑی واضح نفی ہے اس میں کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے اور یہی تشریح ہمارے لٹریچر میں بھی کی جاتی ہے اور مفسرین نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کی تھوڑی سی وضاحت اپنے ترجمۃ القرآن میں اس طرح فرمائی ہے کہ ''یہ آیت اس عقیدہ کی نفی کرتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ فرمایا اگر کوئی مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے، پھر مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اگر کفر کی حالت میں مرے گا تو لازمی طور پر جہنمی ہو گا۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو اس کے بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔''

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 158 حاشیہ)

اس کے علاوہ قرآن کریم میں کچھ اور آیات ہیں جو اصولی طور پر قتل مرتد کی نفی کرنے والی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ‌ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ‌ ۚ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا‌ ؕ وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ‌ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا (الکہف:30) اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو اُن کے چہروں کو جھلس دے گا۔ بہت ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بُری آرام گاہ ہے۔

دین میں کسی قسم کے جبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ‌ ۙ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (البقرۃ:257) دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم کی کچھ آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جن میں دین کے نام پر کسی بھی قسم کی سختی، جبر اور سزا کی نفی کی گئی ہے اور

مرتد ہونے والوں کا ذکر کر کے کسی بھی قسم کی سزا کا ذکر نہ کرنا ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ مرتد ہونے والے کے لیے شریعتِ اسلامی کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کرتی۔

اسی قرآنی تعلیم اور نظریہ کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ منافقین کا ذکر موجود ہے اور منافقین کی برائیاں اس قدر زور سے بیان کی گئی ہیں کہ کفار کی برائیوں کا بھی اس طرح ذکر نہیں۔ ان لوگوں کو فاسق بھی کہا گیا ہے۔ ان کو کافر بھی کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ایسے کسی بھی منافق کے لیے نہ تو کسی قسم کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے اور تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نہ ہی کسی منافق کو ان کے نفاق کی بنا پر کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ‌ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ۔ وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ (التوبہ:53-54) تُو کہہ دے کہ خواہ تم خوشی سے خرچ کرو خواہ کراہت کے ساتھ ہرگز تم سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یقیناً تم ایک بدکردار قوم ہو۔ اور انہیں کسی چیز نے اس بات سے محروم نہیں کیا کہ ان سے ان کے اموال قبول کیے جائیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر بیٹھے تھے نیز یہ کہ وہ نماز کے قریب نہیں آتے تھے مگر سخت سستی کی حالت میں۔ اور خرچ بھی نہیں کرتے تھے مگر ایسی حالت میں کہ وہ سخت کراہت محسوس کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں منافقین کو فاسق قرار دیا اور اللہ اور اس کے رسول کا کفر کرنے والا قرار دیا۔

پھر ان کے کفر کی شدت کا ذکر مزید اس آیت میں بیان کیا کہ يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡـكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا‌ ۚ وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ۚ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ‌ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ (التوبہ:74) وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ وہ یقیناً کفر کا کلمہ کہہ چکے ہیں جبکہ وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور وہ ایسے پختہ ارادے رکھتے تھے جنہیں وہ پا نہیں سکے۔ اور انہوں نے مومنوں سے پرخاش نہ رکھی مگر صرف اس وجہ سے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے مالا مال کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔ ہاں اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے ساری زمین میں نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ مددگار۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں آیت 66 میں فرمایا تم ایمان لانے کے بعد کافر بن گئے ہو لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ کوئی عذر پیش نہ کرو۔ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ۔ کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

اسی طرح منافقین کے متعلق پوری سورۃ المنافقون نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔ ذٰ لِكَ بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ (المنافقون:3-4) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یقیناً بہت بُرا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر انکار کر دیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس وہ سمجھ نہیں رہے۔ یہاں بھی ان لوگوں کے ایمان لانے اور اس کے بعد پھر کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن کسی قسم کی کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی اور نہ ہی دی گئی۔

غرض اسی طرح کی بہت سی آیات ہیں جن میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں اور پھر اعلانیہ یا عملی طور پر کفر اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو فاسق اور کافر اور مرتد تو کہا گیا ہے لیکن ان کے لیے قتل وغیرہ کی کوئی سزا مقرر نہیں کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کے بعد اب اس بارے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جس مبارک وجود پر قرآن کریم اتارا گیا، جو كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کا مصداق وجود تھا، جس نے اپنے عمل سے قرآن کریم کے احکامات نافذ کرتے ہوئے اپنا نمونہ اور اسوہ پیش کیا اس مبارک ہستی نے مرتد کے حوالے سے کیا فرمایا۔

صحیح بخاری میں درج ذیل واقعہ اس امر کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ

مرتد کے لیے محض ارتداد کے جرم میں کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی۔

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام قبول کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کی۔ اگلے روز اعرابی کو مدینہ میں بخار ہو گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ آپؐ نے تین مرتبہ انکار فرمایا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر

وہ اعرابی مدینہ سے چلا گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے وہ میل کو نکال دیتا ہے اور اصل پاکیزہ چیز کو خالص کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل المدینة، بَابٌ: المَدِینَةُ تَنْفِي الخَبَثَ حدیث ۱۸۸۳)

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے اپنی تصنیف ''قتل مرتد اور اسلام'' (یہ ان کی ایک کتاب تھی۔ یہ کتاب جو تھی یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نگرانی میں تیار کی گئی تھی) اس میں یہ حدیث درج کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بار بار آنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ مرتد کے لیے قتل کی سزا مقرر نہ تھی ورنہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آتا بلکہ کوشش کرتا کہ بلا اطلاع چپکے سے نکل جائے اور کسی پر ظاہر نہ کرتا کہ وہ ارتداد اختیار کرنا چاہتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ارتداد کو روکنے کے لیے شریعت اسلام میں مقرر کی گئی ہے اور اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام پر رہنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اس شخص کو متنبہ نہ کیا جو بار بار آپؐ کے پاس آ رہا تھا اور کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ یاد رکھو کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اگر تم ارتداد اختیار کرو گے تو تمہیں قتل کیا جائے گا اور جبکہ وہ بار بار ارتداد کا ارادہ ظاہر کرتا تھا اور خوف تھا کہ وہ مرتد ہو کر چلا جائے گا۔ پھر ایسی صورت میں کیوں اس پر پہرہ مقرر نہ کیا گیا تا کہ اگر وہ مرتد ہو کر جانے لگے تو اس کو پکڑ لیا جاوے اور اس پر شرعی حد جاری کی جاوے۔ کیوں صحابہ نے اس کو یہ نہ کہا کہ میاں اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو ارتداد کا نام نہ لو کیونکہ اس شہر میں تو یہ قاعدہ جاری ہے کہ جو شخص اسلام لا کر پھر ارتداد اختیار کرتا ہے اس کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ پس اس اعرابی کا بار بار ارتداد کا اظہار کرنا اور اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بار بار جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو ارتداد کے نتیجہ سے متنبہ نہ کرنا اور نہ صحابہ کو اس کے قتل کا حکم سنانا اور آخر کار اس کا بغیر کسی قسم کے تعرض کے مدینہ سے نکل جانا یہ سب امور صاف طور پر اس امر کے شاہد بین ہیں کہ اسلام میں مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے نکل جانے پر ایک طرح کی خوشی کا اظہار کرنا اور فرمانا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو پاکیزہ جوہر سے جدا کر دیتا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ اس اصول کے مخالف تھے کہ کسی کو جبر سے اسلام پر رکھا جاوے اور لوگوں کو جبری ذرائع اختیار کر کے ارتداد سے روکا جائے بلکہ اگر ناپاک انسان مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاتا تو آپؐ اس پر ناخوش نہیں ہوتے تھے اور آپ یہ کوشش نہیں فرماتے تھے کہ اس کو اس کی مرضی کے خلاف جبراً اسلام میں رکھا جائے بلکہ ایسے شخص کا چلا جانا آپؐ کے نزدیک گویا خس کم جہاں پاک کا مصداق تھا۔ اگر آپؐ کا یہ اصول ہوتا کہ جو شخص ایک دفعہ اسلام میں داخل ہو جائے اس کو ہر ممکن ذریعہ سے اسلام میں رہنے کے لیے مجبور کیا جائے اور اگر وہ کسی طرح بھی نہ مانے تو اس کو قتل کیا جائے تا اس کی مثال دوسروں کے لیے عبرت ہو تو چاہیے تھا کہ آپ اس اعرابی کے جانے پر خفا ہوتے اور صحابہ کو ڈانٹتے کہ تم نے اس کو کیوں جانے دیا؟ کیوں اس کو پکڑ کر قتل کی دھمکی نہ دی اور چاہیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حکم دیتے کہ دوڑو اور جہاں ہو اس خبیث کو پکڑ لاؤ تا اس کو قتل کی سزا دی جائے مگر آپؐ نے ایسا نہ کیا بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ فرمایا کہ اچھا ہوا وہ چلا گیا۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ مسلمانوں میں رہے۔ خدا تعالیٰ نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے ہم سے جدا کر دیا۔ غرض

اس اعرابی کی مثال ایک قطعی اور یقینی ثبوت اس امر کا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی سزا مقرر نہ تھی

اور مسلمانوں میں قطعاً یہ طریق جاری نہ تھا کہ وہ ہر ایک مرتد کو محض اس کے ارتداد کی وجہ سے قتل کر دیتے۔

(ماخوذ از قتل مرتد اور اسلام از مولوی شیر علی صاحب صفحہ 109 تا 111 مطبوعہ 1925ء)

دوسرا ثبوت اس امر کا کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی

وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کی۔ صلح حدیبیہ کی حدیث میں لکھا ہے جو براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین کے ساتھ تین باتوں پر صلح کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے تو آپ اس کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مشرکین کی طرف چلا جائے تو مشرکین اس کو آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلح بَابُ الصُّلْحِ مَعَ المُشْرِکِینَ حدیث ۲۷۰۰)

اس صلح نامہ کی دوسری شرط سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی کیونکہ اگر ارتداد کے لیے شریعت اسلام میں یہ سزا مقرر ہوتی کہ اس کو قتل کیا جائے تو شرعی حد کے معاملہ میں بھی کبھی آپؐ مشرکین کی بات قبول نہ فرماتے۔ اس کے علاوہ بھی ایسے کئی واقعات ہیں جن سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چند لوگوں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا لیکن محض ارتداد کی وجہ سے ان سے کوئی تعارض نہ کیا گیا تاوقتیکہ انہوں نے محاربت اور بغاوت جیسے افعالِ شنیعہ کا ارتکاب نہ کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن مجید کی ایک اَور آیت سے بھی اس مسئلے کو یوں واضح فرمایا ہے کہ ''وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ'' فرمایا کہ اس ''میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تلوار کی بجائے تبلیغ سے کام لینا ہی ایک دیرینہ اصول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی اصول کو اختیار کیا تھا۔ اور ان کے زمانہ کے لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی ارشاد ہوا تھا کہ ہمارے اس رسول کا کام صرف بات پہنچا دینا ہے تلوار سے منوانا نہیں اور

یہی سارے قرآن کا خلاصہ ہے کہ دلیل کے ساتھ بات منوانا مذہبی لوگوں کا کام ہوتا ہے۔

جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب تک دنیا اس مسئلہ کو نہیں سمجھی بلکہ خود مسلمانوں میں بھی قتل مرتد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''حالانکہ کسی کا عقیدہ جھوٹ ہو یا سچ، عقیدہ رکھنے والا اسے بہر حال ویسا ہی سچا سمجھتا ہے جیسے ایک مسلمان اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ عیسائیت جھوٹی سہی مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر عیسائی عیسائیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ ہندو مذہب جھوٹا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر ہندو اپنے مذہب کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ یہودی مذہب یقیناً اس وقت سچا نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہودیوں کا اکثر حصہ یہودیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ پس اگر اِس بات پر کسی کو قتل کرنا جائز ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرا مذہب سچا ہے دوسرے کا نہیں۔'' صرف یہی بات اگر ہے ''تو پھر ایک عیسائی کو یہ کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جس مسلمان کو چاہے قتل کر دے۔ ایک ہندو کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً دوسروں کو ہندو بنا لے یا انہیں مار ڈالے۔ چین میں کنفیوشس مذہب کے پیروؤں کو یہ کیوں حق نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ فلپائن میں جہاں اب بھی پندرہ بیس ہزار مسلمان ہے۔'' اس زمانے میں جب آپؓ نے بیان فرمایا۔ اب تو زیادہ ہیں۔ ''عیسائیوں کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیں۔ امریکہ کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً ان مسلمانوں کو جو اس کے ملک میں رہتے ہیں عیسائی بنا لے۔ روس کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً سب کو عیسائی بنا لے یا جبراً سب کو کمیونسٹ بنا لے۔

اگر مسلمان دوسروں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لا سکتے ہیں تو ویسا ہی حق عقلاً دوسروں کو بھی حاصل ہے لیکن کیا اس حق کو جاری کر کے دنیا میں کبھی امن قائم رہ سکتا ہے۔

کیا اس حق کو جاری کر کے تم اپنے بیٹے کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا بیوی کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے کہ عیسائیوں کا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنا لیں۔ مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ عیسائیوں کو زبردستی مسلمان بنا لیں۔ ایران والوں کا حق ہے کہ وہ سب حنفیوں کو زبردستی شیعہ بنا لیں اور حنفیوں کا حق ہے کہ وہ سب کو زبردستی سنّی بنا لیں۔ غرض یہ ایسی عقل کے خلاف بات ہے کہ کوئی انسان اس کو ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ گذشتہ انبیاء کی قوموں نے جب بھی خدائی ہدایت کو ماننے سے انکار

کیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ اَنُلۡزِمُکُمُوۡھَا وَاَنۡتُمۡ لَھَا کٰرِھُوۡنَ (ہود:29)۔ یعنی اگر تم خود ہدایت لینا پسند نہیں کرتے تو ہم جبراً تمہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن افسوس کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں میں اس اصل کا انکار کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں‘‘ اور اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ اکثریت مسلمانوں کی یہی کہتی ہے۔’’ اگر دنیا اس مسئلہ کو سمجھ جائے تو یقیناً ظلم اور تعدی مذہبی اور سیاسی امور میں بند ہو جائے۔ نہ لوگ اپنے عقیدے لوگوں پر جبراً ٹھونسیں اور نہ اپنے سیاسی نظام دوسرے ملکوں میں جبراً جاری کرنے کی کوشش کریں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 606-607)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے، باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمنوں کو شکست دے دیں اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں۔ اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز پہنچا دیں۔

تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 468-469)

ان آیاتِ قرآنیہ اور ارشادات کی روشنی میں یہ تو ثابت ہو گیا کہ

مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرتد کی سزا قتل نہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کیا اور قتل کرنے کا حکم دیا؟

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بڑی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مرتد ہونے والے صرف مرتد ہی نہیں تھے بلکہ وہ باغی تھے اور خونخوار ارادوں کے حامل باغی تھے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ریاستِ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بھیانک منصوبے بنائے بلکہ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ ان کے اعضاء کاٹ کر ان کو مارا گیا۔ انہیں زندہ آگ میں جلایا گیا۔ یہ مرتدین ظلم وستم اور قتل و غارت اور بغاوت اور لوٹ مار جیسے بھیانک جرائم کا ارتکاب کرنے والے لوگ تھے جس کی وجہ سے دفاعی اور انتقامی کارروائی کے طور پر ان محارب لوگوں سے جنگ کی گئی اور جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا کے تحت ان کو بھی ویسی ہی سزائیں دے کر قتل کرنے کے احکامات صادر کیے گئے جیسے جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ خَارِجہ بن حِصۡن جو مرتدین میں سے تھا اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اہلِ مدینہ کو جنگ کے لیے نکلنے سے قبل ہی روک دے یا انہیں غفلت میں پا کر حملہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور آپؓ کے ساتھ کے مسلمانوں پر اس وقت چھاپہ مارا جبکہ وہ لوگ بے خبر تھے۔

(تاریخ الخمیس جلد ۳ صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیة ۲۰۰۹ء)

مرتدین نے نہ صرف مدینہ پر حملہ کیا بلکہ جب حضرت ابوبکرؓ نے انہیں شکست دی تو انہوں نے صادق الایمان مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کر دیا جو اُن قوموں میں بستے تھے جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں اس کا مَیں ذکر کچھ کر چکا ہوں اور جو باوجود اپنی قوم کے مرتد ہو جانے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔

چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مختلف حملہ آور قبائل کو شکست دی تو بنو ذُبیان اور عَبۡس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور ان کے بعد دیگر اقوام نے بھی انہی کی طرح کیا یعنی انہوں نے بھی ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ دارالکتب العلمیة لبنان ۲۰۱۲ء)

علامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ عَبۡس اور بنو ذُبیان قبائل نے اپنے ہاں کے نہتے مسلمانوں کو بری طرح قتل کرنا شروع کر دیا اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ ہر قبیلے کے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۱۰ فَصۡلٌ فِی تَصدِّی الصِّدیق لِقِتَالِ أَھۡلِ الرِّدَّۃِ، دارالکتب العلمیة بیروت)

جیسا کہ بیان کیا گیا تھا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جن قبائل نے ارتداد اختیار کیا ان کا ارتداد مذہبی اختلاف تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی تھی۔

تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ اپنی اپنی قوموں کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آگ میں ڈالا اور ان کا مثلہ کیا۔ جیسا کہ تاریخ طبری میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اسد اور غَطۡفَان اور ہَوَازَن اور سُلَیم اور طَیء کو شکست ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے معافی قبول نہ کی سوائے اس کے کہ وہ آپ کے پاس ان لوگوں کو لے کر آئیں جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا اور ان کا مُثلہ کیا اور ان پر مظالم برپا کیے۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۶۵، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جزیرۂ عرب کے یہ مرتد قبائل مدینہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے تا کہ حضرت ابوبکرؓ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ خبر بنی تمیم و سجاح، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۶ء)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے عَبۡس اور ذُبۡیَان نے حملہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت اسامہؓ کی واپسی سے قبل ان سے لڑائی کرنی پڑی۔

(تاریخ الطبری لابن جریر الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ باب بقیة الخبر عن امر الکذب العَنۡسِی، دارالفکر ۲۰۰۲ء)

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ ربیعہ قبیلہ نے ارتداد اختیار کر لیا اور انہوں نے مُنۡذِر بن نعمان کو کھڑا کیا جس کا نام مغرور پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے بادشاہ بنا دیا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۴۳۹-۴۴۰ باب ردة الحطم و اھل البحرین، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۶ء)

علامہ عینی جو صحیح بخاری کے شارح ہیں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے صرف اس لیے قتال کیا کیونکہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ روکی اور امت مسلمہ کے خلاف جنگ برپا کی۔

(عمدة القاری کتاب استتابة المرتدین و المعاندین و قتالھم باب قتل من ابیٰ ...الخ جلد ۲۴ صفحہ ۱۲۲ دارالکتب العلمیة ۲۰۰۱ء)

علامہ شوکانی بیان کرتے ہیں کہ امام خطابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کرنے والوں اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کے بارے میں مختلف امور تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

یہ لوگ درحقیقت باغی ہی تھے اور ان کو مرتد صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتدین کی جماعتوں میں داخل ہو گئے تھے۔

(نیل الاوطار لعلامة محمد الشوکانی۔ کتاب الزکاة، صفحہ ۷۲۴ دارالکتاب العربی بیروت ۲۰۰۴ء)

ایک مصنف نے بار بار اپنی کتاب میں ارتداد اختیار کرنے والوں کے لیے بغاوت اور باغی وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل

گئی اور ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے تو ان شعلوں کی زد میں سب سے زیادہ یمن کا علاقہ تھا۔ اگرچہ آگ کا بھڑکانے والا شخص عَنْسِی قتل ہو چکا تھا۔ بنوحنیفہ میں مسیلمہ اور بنو اسد میں طُلَیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسد اور غطفان کے حلیف قبیلوں کا نبی ہمیں قریش کے نبی سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا چکے ہیں اور طُلَیحہ زندہ ہے جب ان بغاوتوں کی خبر حضرت ابوبکرؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک ان علاقوں کے عُمّال اور امراء کی طرف سے تمام واقعات کی مکمل رپورٹیں موصول نہ ہو جائیں۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ امراء کی طرف سے رپورٹیں پہنچنے لگیں۔ ان رپورٹوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ باغیوں کے ہاتھوں نہ صرف سلطنت کا امن خطرے میں تھا بلکہ ان لوگوں کی جانوں کو بھی سخت خطرہ تھا جنہوں نے ارتداد کی رو میں باغیوں کا ساتھ نہیں دیا تھا اور اسلام پر قائم رہے تھے۔ اس صورت حال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے پوری قوت سے بغاوتوں کا مقابلہ کرنا اور باغیوں کو ہر قیمت پر زیر کر کے صورت حال کو قابو میں لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 131 علم و عرفان پبلشرز لاہور)

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ

حضرت ابوبکرؓ کے پیش نظر ان مرتدین کی سرکوبی تھی جو عرب کے مختلف خطّوں میں بغاوت کے شعلوں کو ہوا دے رہے تھے اور ان کے ہاتھوں شمع اسلام اور ان کے پروانوں کو سخت خطرہ لاحق تھا۔

(ماخوذ از سیدنا ابوبکرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 603)

پھر ایک مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے اپنے علاقے میں خود مختار ہو گیا۔ محققین کے مطابق یہ ارتداد زیادہ تر سیاسی تھا۔ دینی ارتداد بہت ہی کم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی کے آخری ایام میں عرب کے کچھ قبائل کے لیڈروں نے اپنی بغاوت کی سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ دینے کے لیے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

(ماخوذ از خلفائے راشدین از حکیم محمود ظفر صفحہ 58 مطبوعہ تخلیقات اکرم آرکیڈ لاہور)

بہرحال یہ سلسلہ ابھی چل رہا ہے ان شاء اللہ اس کا بقیہ حصہ آئندہ ان شاء اللہ پیش ہو گا۔

ان تاریخی حوالوں کا خلاصہ

یہی ہے کہ مرتد ہونے والے قبائل نے اموالِ زکوٰة روک لیے تھے یعنی حکومت کا ٹیکس جبراً روک لیا تھا۔ بعض جگہ سے اموالِ زکوٰة کو لوٹ لیا تھا۔ فوجیں تیار کیں۔ دارالخلافہ مدینہ پر حملے کیے۔ جن مسلمانوں نے ارتداد سے انکار کیا ان کو قتل کر دیا۔ بعض کو زندہ آگ میں جلا دیا۔ لہٰذا ایسے مرتدین حکومت کے خلاف مسلح بغاوت، حکومت کے اموال کو لوٹنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے اور انہیں زندہ جلا دینے کی بنا پر قتل کی سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا (الشوریٰ:41) کہ جرم جیسا کہ جرم کرے اس کو ویسی ہی سزا دو۔ ایک اور جگہ فرمایا اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ (المائدۃ: 34) کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کریں یعنی جس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ رسول اور خلیفۃ الرسول یا اسلامی حکومت کے ساتھ جنگ کریں کیونکہ اللہ کے ساتھ لڑائی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کو نہ تھپڑ مارا جا سکتا ہے نہ پتھر نہ تیر نہ تلوار۔ اس لیے ان سے جنگ کرنے سے مراد ہے۔ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے جنگ سے کیا مراد ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی ملک میں فساد کرتے ہیں۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی، لُوٹ مار، مسلح بغاوت کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ یُقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا صلیب پر مار دیا جائے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا تھوڑا سا میں نے آگے بیان کر دیا تھا۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں

بعض مرحومین کا ذکر

بھی کرنا چاہتا ہوں جن کے جنازے نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ پہلا ذکر

مکرم محمد بشیر شاد صاحب

کا ہے جو ریٹائرڈ مربی سلسلہ تھے۔ آج کل یہ امریکہ میں تھے۔ اکانوے سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے والد کو 1926ء میں بیعت کی توفیق ملی تھی۔ 1945ء میں انہوں نے مڈل پاس کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ 1952ء میں فاضل عربی کا امتحان اچھی پوزیشن میں پاس کیا۔ 1954ء میں جامعۃ المبشرین ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ایک سال طب کی تعلیم حاصل کی۔ 56ء سے 57ء تک ان کو وکالت تبشیر ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1958ء میں یہ سیرالیون چلے گئے۔ وہاں مبلغ کے طور پر بھیجے گئے۔ وہاں ان کو مختلف جگہوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ وہاں سیرالیون میں پریس بھی اس دوران انہوں نے جاری کیا۔ پھر ان کی تقرری وہاں سے نائیجیریا ہو گئی۔ وہاں بھی انہوں نے اچھا کام کیا۔ پھر تین سال کے بعد 1964ء میں یہ نائیجیریا سے واپس بلا لیے گئے تھے۔ پھر 64ء میں دوبارہ ان کو نائیجیریا بھجوا گیا۔ 67ء میں مرحوم بینن کے تبلیغی دورے پر گئے۔ وہاں مقامی افراد کو تبلیغ کر کے ان کی بیعتیں حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی۔ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دورۂ افریقہ کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کانو تشریف لائے تو انہوں نے 100 نئے احمدیوں کا تحفہ پیش کیا حضور کی خدمت میں۔ اس پر حضور رحمہ اللہ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا، دعا کرائی اور پھر اپنی دستار مبارک بھی بشیر شاد صاحب کو عطا فرمائی۔ 1970ء میں جب ان کی واپسی ہوئی تو عمرے کی سعادت بھی ملی۔ 1983ء میں مرحوم کا تقرر بطور سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ ربوہ ہوا اور 1984ء میں جماعت کے خلاف جو آرڈیننس ہوا تھا اس کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ہجرت کرنی پڑی تو ہجرت سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی موجودگی میں جو خطبہ تھا وہ ان کو دینے کی توفیق ملی۔ اس لحاظ سے ان کا اس تاریخ میں بھی ذکر ہے۔ 1988ء میں ذاتی حالات کی وجہ سے مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ریٹائرمنٹ کی درخواست کی جو قبول ہو گئی اور پھر امریکہ چلے گئے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ نسرین اختر شاد صاحبہ اور ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی کامل وفا کے ساتھ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

اگلا ذکر

رانا محمد صدیق صاحب

کا ہے جو رانا علم دین صاحب ملیانوالہ ضلع سیالکوٹ کے بیٹے تھے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم کے والد نے 1938ء میں قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ مرحوم صوم وصلوٰة کے پابند تھے۔ تہجد گزار تھے۔ دعا گو تھے۔ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرتے، خلیفہ وقت کے حکم پر عمل کرنے والے تھے۔ اپنے سارے بچوں کو ہمیشہ جماعت سے وابستہ رہنے اور خلافت سے محبت اور اطاعت کی تلقین کی۔ 1974ء اور 84ء میں ان پر جماعت کی مخالفت کی وجہ سے سخت حالات بھی آئے لیکن انہوں نے بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ پسماندگان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے رانا محمد اکرم محمود صاحب نائیجیریا میں مبلغ سلسلہ ہیں جو میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازہ اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ اس سے پہلے ان کی والدہ بھی 2018ء میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ اس میں بھی شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر

مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب

اسلام آباد کا ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ 78 سال ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد خواجہ محمد شریف صاحب

کے ذریعہ ہوا۔انہوں نے ایک خواب کی بناپر حضرت خلیفۃ ثانیؓ کے دور میں بیعت کی تھی۔بڑے نیک فطرت تھے۔اس لیے باوجود اس کے کہ باقی خاندان جماعت کا مخالف تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تین مرتبہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔آخر انہوں نے بیعت کی۔

ڈاکٹر محمود خواجہ صاحب نے ابتدائی تعلیم پشاور سے حاصل کی۔اس کے بعد 1966ء میں یونیورسٹی آف پشاور سے کیمسٹری میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔پھر 1973ء میں لاٹروب یونیورسٹی (La Trobe University) ٹروبے یا ٹروب ہے ملبرن آسٹریلیا سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔پاکستان میں بھی اور باہر بھی مختلف یونیورسٹیز میں پڑھاتے رہے ہیں۔گھانا میں کیپ کوسٹ یونیورسٹی (Cape Coast University) میں جب پڑھاتے تھے تو وہاں ان کی مجھ سے واقفیت ہوئی تھی اور

میں نے دیکھا ہے انتہائی سادہ مزاج اور عاجز اور بے نفس انسان تھے۔ بہت اچھے ریسرچ سکالر تھے۔

پاکستان میں بھی اور باہر بھی ان کی ریسرچ سکالر کے طور پہ بڑی قدر کی جاتی تھی۔چودھری اکرام اللہ صاحب کی بیٹی امۃ القیوم صاحبہ سے ان کی شادی ہوئی۔ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

ڈاکٹر محمود خواجہ صاحب کو نصرت جہاں سکیم کے تحت 1979ء سے 1984ء تک سیرالیون میں اپنی اہلیہ کے ساتھ وقف کی بھی توفیق ملی۔ان کے بیٹے ڈاکٹر طارق خواجہ کہتے ہیں کہ رمضان میں خصوصاً قرآن کریم مع ترجمہ بہت غور اور انہماک سے پڑھتے تھے۔اس بات پر زور دیتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول اور خلیفہ کے ارشادات کو من وعن پیش کرنا چاہیے۔الفاظ کی معمولی غلطی سے بھی غلط مطلب اخذ ہو سکتا ہے۔عبدالباری صاحب امیر ضلع اسلام آباد لکھتے ہیں کہ مجھے بھی اور خواجہ صاحب کو بھی نصرت جہاں سکیم کے تحت سیرالیون میں ایک ساتھ خدمت کرنے کا موقع ملا۔پاکستان واپسی پر آپ نے پہلے گورنمنٹ کے ادارہ میں ملازمت اختیار کی۔بعد ازاں اسلام آباد شفٹ ہو گئے جہاں ایس ڈی پی آئی میں شمولیت اختیار کی۔آپ اس ادارے میں بہت مقبول ہوئے اور شہرت کے باوجود آپ نے کمال اخلاص سے کام کیا۔آپ نے اشیائے طعام، نظام نکاسی اور دیگر اشیائے زینت (بیوٹی پروڈکٹس) وغیرہ میں موجود خطرناک کیمیکل کے خاتمہ کے لیے کام کیا اور اس کام میں بین الاقوامی طور پر کافی شہرت حاصل کی اور اس حوالے سے کئی کتب تصنیف کیں۔جب بھی کوئی کتاب تحریر کرتے تو اس کتاب کی ایک نقل باری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بھی بھجواتے۔کہتے ہیں میرے پاس اب ان کی کافی کتب موجود ہیں۔نہایت مخلص احمدی تھے۔خلافت کے ساتھ محبت کا تعلق تھا۔ہمیشہ خدام کی تربیت کے لیے ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے رہتے۔

خواجہ محمود صاحب کے بارے میں پاکستان کے علاوہ جرمنی، سویڈن، برکینا فاسو، امریکہ، آذربائیجان، سوئٹزرلینڈ، نائیجیریا، مصر، بحرین اور بہت سے ممالک کے سائنس دانوں اور حکومتی وزارتوں کے نمائندوں نے اور یونیورسٹیز کے چانسلرز اور پروفیسرز نے، سول سوسائٹی کے این جی اوز کے صدران نے تعزیت کے پیغامات بھیجے تھے۔ان کے کافی پیغام آئے تھے۔مجھے بھی ان کے بچوں نے بھجوائے۔مثلاً ایک دو پیغام نمونۃً پڑھ دیتا ہوں۔

مسٹر چارلس جی براؤن (Charles G.Brown) صدر ورلڈ الائنس فار مرکری فری ڈینٹسٹری (World Alliance for Mercury-Free Dentistry) واشنگٹن ڈی سی امریکہ نے لکھا کہ ڈاکٹر محمود خواجہ انتہائی منفرد دانشور اور بہت نایاب سماجی کارکن تھے۔جدید سائنس اور زہریلے مادوں پر ان کی شاندار سائنسی تحریریں اسکالرشپ کو ترقی دینے اور سرکاری اور نجی شعبوں کو کام کی بنیاد فراہم کرنے کے لیے بہت اہم ہیں۔بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعہ کام کرنے والی ان کی کئی دہائیوں پر محیط کاوشوں نے اقوام کے درمیان معاہدوں کو عملی جامہ پہنانے، سول سوسائٹی کے درمیان باہمی ہم آہنگی کو فروغ دینے اور پاکستان میں زہریلے مواد کو کم کرنے میں مدد کی۔انہیں 2019ء میں پی پی سی (The Pacific Basin Consortium for Environment and Health chairman) کا ایوارڈ ملا۔ڈاکٹر محمود کے کارناموں میں ایک بین الاقوامی طبی تنظیم کا صدر ہونا بھی شامل ہے۔وہ اب تک منتخب کیے گئے صدور میں سے واحد ڈاکٹر ہیں جو فزیشن نہیں تھے بلکہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھے۔

اسی طرح اور بھی بہت سارے سائنس دانوں نے آپ کی تعریف کی ہے جن میں جرمنی کے بھی اور سوئٹزرلینڈ کے بھی ڈاکٹر شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24؍اپریل 2022ء)

☆...☆...☆

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

ہوئے راستے پر چلنے والے ہوتے تو مسلمان ممالک کی اتنی بڑی طاقت ہے کہ پھر اس طرح ظلم نہ ہوتے۔جنگ کے بھی کوئی اصول وضوابط ہوتے ہیں۔اسرائیل کے مقابل پر فلسطینیوں کی کوئی طاقت نہیں۔اگر یہ کہا جاتا ہے کہ حماس والے بھی ظلم کر رہے ہیں تو مسلمان ملکوں کو ان کو بھی روکنا چاہیے۔لیکن ان دونوں کے ظلموں کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص اپنے ڈنڈے سے ظلم کر رہا ہے اور دوسری طرف ایک فوج توپیں چلا کر ظلم کر رہی ہے۔مسلمان ممالک سمجھتے ہیں (گزشتہ دنوں ترکی میں سوگ منایا گیا) کہ سوگ منا کر انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔اسی طرح مغربی طاقتیں بھی اپنا کردار ادا نہیں کر رہیں۔چاہیے تو یہ تھا کہ دونوں طرفوں کو سختی سے روکا جاتا۔بہرحال ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مظلوموں اور معصوموں کو ان ظلموں سے بچائے اور امن قائم ہو۔اسی طرح مسلمان ممالک کے اپنے اندر بھی جو ایک دوسرے کے اوپر ظلم کیے جا رہے ہیں اور فساد بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی عقل دے۔اور کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کے خون سے جو ہاتھ رنگ رہے ہیں اس سے یہ لوگ بچیں۔آپس میں بھی اتفاق و اتحاد قائم ہو۔اس کے بغیر نہ ان کی عبادتوں کے حق ادا ہو سکتے ہیں نہ یہ حسرت پوری ہو سکتی ہے کہ ہمیں لیلۃ القدر ملے۔کیونکہ جب قوم میں اتفاق و اتحاد مٹ جائے، ختم ہو جائے تو لیلۃ القدر بھی اٹھا لی جاتی ہے۔پھر صرف راتیں اور ظلمتیں ہی، اندھیرے ہی مقدر بنتے ہیں۔ترقی رک جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے معنی ہیں کہ وہ رات جس میں انسان کی قسمت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال میں اس سے کیا معاملہ ہو گا۔وہ کہاں تک بڑھے گا اور ترقی کرے گا۔کیا کیا فوائد حاصل ہوں گے اور کیا نقصان اٹھانے پڑیں گے۔انسانی ترقی کے تمام فیصلے لَیل یعنی ظلمت میں ہی ہوتے ہیں۔اس ترقی کی مثال جسمانی ترقی سے جوڑتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمائی کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی جسمانی ترقی بھی متواتر ظلمتوں میں ہوتی ہے۔ماں کا پیٹ بھی کئی ظلمتوں کا مجموعہ ہے اور وہیں انسان کی جسمانی ترقی کا فیصلہ ہوتا ہے۔اگر ان دنوں میں پرورش اچھی طرح نہ ہو تو بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔یہ تو ثابت شدہ ہے کہ ماں کے ظاہری ماحول کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔اسی طرح ماں کی خوراک وغیرہ کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔بچے کی اخلاقی حالت بھی اچھی نہیں ہو گی اگر ماحول اچھا نہیں۔یہاں تک کہ خوفزدہ ماؤں کے بچے دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے بلکہ بعض دفعہ بیرونی خوف کی وجہ سے دماغی طور پر بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔دورانِ حمل اچھی خوراک اور اچھے ماحول کا بچے کی صحت پر اچھا اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دورانِ حمل عورت کا روزہ رکھنا جو ہے وہ ناپسند کیا گیا ہے، اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بچے کی پرورش میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایسے مواقع پر طلاق کو بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے جو صدمہ ہوتا ہے اس سے بھی بچے کی پرورش میں کمزوری ہو جاتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں اسلام نے نکاح کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے جذبات کے ہیجان کی وجہ سے بچے کی پرورش پر برا اثر پڑتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 25؍ جولائی 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

محمد اظہار احمد راجہ۔ مبلغ سلسلہ برکینا فاسو

جماعت احمدیہ برکینا فاسو کی سرگرمیوں کی ایک جھلک

ماہ فروری 2022ء

اعزاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 26فروری 2022 جماعت احمدیہ برکینافاسو اور بالخصوص مجلس خدام الاحمدیہ برکینا فاسو کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ورچوئل ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی اس ملاقات میں مجلس خدام الاحمدیہ کی نیشنل عاملہ کے تمام ممبران کے علاوہ تمام 16 ریجنز کے قائدین علاقہ جات بھی شامل تھے اور کل حاضری 37 تھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

تعمیر مساجد

ریجن توگاں کی جماعت سانکوئے میں ایک نئی مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور مٹی کی اینٹیں بنائی گئیں۔

تقریب آمین

ریجن لیو کی جماعت نبیلایسے نے دوران ماہ تقریب آمین کا پروگرام منعقد کیا

تبلیغ

ریجن لیو نے دوران ماہ Festival de retrouvail میلہ کے موقع پر جماعتی لٹریچر کا ایک بک سٹال لگایا اور یوں یہ جماعت کے تعارف کا بھی ذریعہ بنا

برکینا فاسو کی آئیوری کوسٹ کے ساتھ ملنے والی سرحد سے تیس کلو میٹر قبل ایک جماعت لینا میں تبلیغی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ اسی طرح سینڈو کے پہاڑی سلسلہ پر واقع ایک جماعت گاؤں فافاسو میں بھی ایک تبلیغی نشست کا انعقاد کیا گیا۔

ریجن بانفورا کی ایک جماعت دونا میں بھی ایک بڑی تبلیغی نشست کا انعقاد کیا گیا۔

ریجن کودگو میں ایک نئی جماعت کونٹی کا قیام عمل میں آیا اور 150 احباب بیعت کر کے اسلام احمدیت میں داخل ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ریجن بوبو جلاسو کی جماعت سیکونا میں ایک تبلیغی نشست اور مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا گیا

پانی زندگی ہے

ہیومینیٹی فرسٹ کے تعاون سے ریجن پو میں 10 ریجن کو پیلا میں 15 اور اسی طرح گاوا ریجن میں بھی واٹر بور ہول کی صفائی اور مرمت کا کام کیا گیا اور پانی کی فراہمی ممکن بنائی گئی۔

تقسیم راشن

جماعت احمدیہ ریجن کایا نے دوران ماہ مہاجرین کے لیے سنما ٹینگا جماعت میں ایک تقسیم راشن کا پروگرام منعقد کیا جس میں 50 راشن بیگ جس میں 5 کلو چاول 1 کلو چینی 1 لیٹر آئل اور صابن وغیرہ شامل تھے تقسیم کیے۔

جماعت زورگو نے بھی مہاجرین کی مدد کے لیے اشیاء تقسیم کیں۔

جلسہ ہائے مصلح موعودؓ

20 فروری کو ملک کے طول وعرض میں جلسہ ہائے پیشگوئی مصلح موعودؓ کا انعقاد کیا گیا اس دن کا آغاز اکثر جماعتوں میں اجتماعی نماز تہجد اور دن کے دوران جلسہ کی کاروائی منعقد کی گئی اس سلسلہ میں نمایاں جلسہ جات مندرجہ ذیل ریجنز میں ہوئے۔

ریجن توگاں میں جماعت موارا پیتی کے جلسہ میں 230 احباب شامل ہوئے۔

ریجن ددگو کی جماعت کاری کے جلسہ میں 120 احباب شامل ہوئے۔

ریجن بوروموکی جماعت ویرو میں اور ایک اور ریجن کی جماعت سولینزو میں جلسہ کے ساتھ شاملین کا کُلُوْا جَمِیْعًا کا پروگرام بھی منعقد ہوا

ریجن کایا نے اس تمام دن کو مختلف پروگراموں میں گزارا نماز فجر کے بعد جلسہ اور اس کے ساتھ یوم تربیت کا بھی انعقاد کیا اور اسی طرح اسی دن کو نماز ظہر وعصر کے بعد احباب جماعت کے درمیان ایک فٹ بال کا دوستانہ میچ بھی کھیلا اور نماز مغرب اور عشاء کے بعد مجلس سوال و جواب کا بھی انعقاد کیا اور کلو جمیعا سے احباب کی ضیافت کی گئی۔

ریجن ڈوری میں بھی جلسہ اور کُلُوْا جَمِیْعًا کا پروگرام منعقد ہوا مثالی

وقار عمل

ددگو ریجن کی جماعت کاری نے مسجد سے ملحقہ زمین پر غسل خانے بنانے کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت دوران ماہ دو مثالی وقار عمل کر کے تعمیر کا کام کیا۔ جس میں کل 70 احباب نے حصہ لیا۔

ریجن بوبو جلاسو کی جماعت سیکونا میں لوکل مشنری کی رہائش گاہ کا انتظام کرنے کے لیے مقامی جماعت نے اپنی مدد آپ کے تحت پہلے گارے سے مٹی کی اینٹیں بنائیں اور پھر ان اینٹوں سے رہائش گاہ تعمیر کی۔

ذیلی تنظیمیں

مجلس خدام الاحمدیہ برکینا فاسو نے دوران ماہ 5 فروری کو نیشنل عاملہ اور قائدین علاقہ جات کی دو میٹنگز مرکز میں منعقد کیں۔

مجلس انصار اللہ نے دوران ماہ 12 فروری کو ایک نیشل مجلس عاملہ اور قائدین مجالس کے ساتھ مرکز میں میٹنگ کی

مجلس انصار اللہ ریجن بوروموں نے انصار اللہ کی قرآن کلاس کا انعقاد کیا جس میں ناظرہ نہ جاننے والے انصار کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کروایا گیا۔

خدمت خلق

بینائی کا تحفہ

ریجن پو میں جماعت احمدیہ کی فلاحی تنظیم ہیومینٹی بقیہ صفحہ 14 پر

عامر محمود ملک۔ شیفیلڈ، برطانیہ

باغبانی کا آغاز کیسے کیا جائے

ایک چینی کہاوت ہے کہ اگر آپ ساری زندگی خوش رہنا چاہتے ہیں تو باغبانی شروع کر لیجئے۔ باغبانی نہ صرف انسان کے جسمانی نظام بلکہ ذہنی صحت کو بھی درست رکھتی ہے۔ باغبانی کے دوران مختلف کاموں کی وجہ سے جسم متحرک رہتا ہے جو کیلوریز کو جلانے کا سبب بن کر جسم انسانی کو صحت مند رکھتا ہے۔ باغبانی اعصابی دباؤ کو ختم کرتی ہے اس طرح ڈپریشن کے شکار افراد کے لئے فائدہ مند ہے وہ بھی پودوں کے پاس خوشی محسوس کرتے ہیں ۔آس پڑوس کے لوگوں میں سبزیاں دینے سے تعلقات بھی مستحکم ہوتے ہیں لیکن باغبانی کا آغاز کیسے کیا جائے خاص طور پر شہروں میں جہاں جگہ کی قلت ہے توسب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ باغبانی شروع کرنے کے لئے جگہ کی نہیں بلکہ شوق اور جذبہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کے دل میں پودوں سے محبت اور باغبانی کا شوق ہے تو آپ اپنے گھر کے کسی بھی حصے میں باغبانی کر سکتے ہیں، چاہے آپ کسی فلیٹ میں رہتے ہیں

جو لوگ زیادہ ہمت اور جذبہ رکھتے ہیں وہ مغربی ممالک میں الاٹمنٹ گارڈن یا کمیونیٹی گارڈن بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

بڑے شہروں میں جہاں جگہ کی قلت ہے وہاں ورٹیکل گارڈن بھی تیزی سے فروغ پا رہے ہیں جو شہری گھروں کیلئے بہت کارآمد ہیں جو خالی پلاسٹک کی بوتلوں اور استعمال شدہ لکڑی کے پیلٹس کی مدد سے بڑی عمدگی سے بنائے جاسکتے ہیں۔

ان کے علاوہ آپ اپنے گھر یا فلیٹ کے فرش کو بھی بروئے کار لاسکتے ہیں،اس کے لئے فرش پر موٹے پولی تھین کی دوہری تہہ لگانی چاہئے تا کہ سیمنٹ سے فرش خراب نہ ہو۔

اب آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کیا اگانا چاہتے ہیں۔ابتدائی طور پر آسانی سے اگنے والے پودے اور سبزیاں لگانی چاہیں مثلاً مختلف قسم کے سلاد، پالک، سرخ مولی، ٹماٹر ، بینگن، سٹرابیری، زوکینی، آلو وغیرہ۔

تب بھی آپ اپنی کھڑکیوں یا بالکونی کو استعمال کر کے اپنے گھر میں سبزیاں اور پودے لگا سکتے ہیں۔

اگر آپ کسی بڑے گھر کے رہائشی ہیں یا آپ کے گھر میں تھوڑی سی کچی زمین ہے تو یہ سونے پہ سہاگہ ہے ورنہ آپ چھوٹی کیاریوں سے بھی اچھی سبزی حاصل سکتے ہیں۔ اس کے لئے کسی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔اس کے لئے آپ کوئی سے پرانے برتنوں جیسے پرانی بالٹی، پرانے ٹائر، ٹیوب یا پائپ کے ٹکڑے یا کوئی بھی ایسا برتن جس میں تھوڑی سی مٹی اور پانی جمع کیا جاسکے استعمال کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ لکڑی کے تختوں سے بنے پھلوں کے کارٹن یا موٹے کپڑے یا پلاسٹک سے بنے تھیلے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ بلڈنگ میٹیریل کی دکانوں سے بھی آپ کو خالی لکڑی کی پیٹیاں یا بڑے سائز کے میٹیریل بیگ مل سکتے ہیں۔

اگر آپ یو کے میں ہیں تو کسی بھی سپر مارکیٹ سے گارڈننگ کے لئے پلاسٹک بیگز، ٹرے اور گملے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ مشرقی ممالک میں ہیں تو آپ چھت کا بھی بخوبی استعمال کر سکتے ہیں۔

پھر جب کچھ تجربے حاصل کر لیں تو وہ پودے بھی لگانے کی کوشش کریں جنہیں ذرا زیادہ توجہ چاہئے ہوتی ہے مثلاً کھیرا، مرچ، مٹر، پھلیاں، شلجم ، گاجر، سیلری وغیرہ

ایک بات یاد رکھیں کہ جس ملک اور ماحول میں آپ رہتے ہیں اس سے مطابقت رکھنے والے مقامی پودے لگائیں تا کہ شروع میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑے مثلاً اگر آپ یو کے میں ہیں اور یہاں کدو، کریلا، بھنڈی وغیرہ اگانے کی کوشش کریں گے تو شاید جلد ہمت ہار جائیں کیونکہ یہ پودے یہاں کے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتے اور ان کو مخصوص ماحول مہیا کرنے کے لئے زیادہ محنت اور احتیاط کے ضرورت ہوتی ہے۔

سب سے پہلی چیز منصوبہ بندی ہے۔ جو بھی چیز شروع کریں اس سے پہلے پوری معلومات حاصل کریں۔ اس کا پورا پلان بنائیں۔ مقامی موسم اور شیڈول کے مطابق عمل کریں۔

موسم بہار کا آغاز ہو چکا ہے ہر طرف نرگس کے پھول کھل رہے ہیں اور اور درجہ حرارت بھی بہت موزوں ہے ۔ اگر آپ یو کے میں ہیں تو

مارچ سے لے کر مئی تک بیج اور پنیری لگانے کے مہینے ہیں۔ مارکیٹ سے سیڈ ٹرے لائیں اور مرچ، ٹماٹر، شملہ مرچ، سلاد اور بینگن کے بیج بو دیں۔ یہ پودے باہر بھی لگائے جاسکتے ہیں لیکن موسم کی شدت کی وجہ سے نقصان ہوسکتا ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ پولی ٹنل، گرین ہاؤس یا انڈور لگائے جائیں۔ بیج سے پودا بننے کے دورانیہ درجہ حرارت کے مطابق کم یا زیادہ ہوسکتا ہے کیونکہ ان پودوں کی نشونما کے لئے زیادہ درجہ حرارت اور کم نمی والا ماحول موافق ہے۔

اگر آپ باہر کچھ لگانا چاہ رہے ہیں تو لال مولی، چقندر، شلجم، پالک ، سلاد، پیاز لہسن ، مٹر ، اور پھلیاں لگا سکتے ہیں لیکن رات کی سردی سے بچانے کے لئے کیاری یا گملوں کو کسی فلیس یا کپڑے سے ڈھانپنا پڑے گا۔ برطانیہ میں عموماً اپریل کے آخری ہفتہ یا مئی کے پہلے ہفتہ کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

یا توری بھی لگانی آسان ہے اسے لگانے کا بہترین وقت مئی اور جون ہے۔ zucchini اگنے میں سب سے آسان آلو کا پودا ہے۔ یہ اپریل سے لے کر اگست تک لگایا جا سکتا ہے۔ اسے آپ کسی بالٹی، گملے، گروئنگ بیگ یا گروسری کے پرانے تھیلے میں بھی آسانی سے لگا سکتے ہیں۔

اگر آپ انڈیا یا پاکستان میں ہیں تو یہ کدو، ٹینڈے، کریلے، بھنڈی، ٹماٹر، آلو، توری اور پیاز لگانے کا موسم ہے۔

مٹی کا انتظام

پودے اگانے کے لئے مٹی ایک اہم جزو ہے کیونکہ یہ مختلف نامیاتی اجزا کا مرکب ہوتی ہے جس سے پودا قدرتی ذریعہ سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ آپ کسی بھی گارڈن سنٹر سے کمپوسٹ بیگ لا سکتے ہیں۔ اسمیں پودے کی ضرورت کے لحاظ سے کچھ نامیاتی کھادیں ملالیں۔ اگر آپ کے قریب کوئی مویشی فارم ہے تو وہاں سے گوبر کی کھاد بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ گھر میں بھی آسانی سے کھاد تیار کی جا سکتی جس کا طریقہ آئندہ کسی مضمون میں بتائیں گے۔

باغبانی کے لئے ضروری سامان

باغبانی کے آغاز میں کچھ بنیادی سامان کی ضرورت بھی ہوگی جو سب با آسانی ہر بڑے اسٹور پر دستیاب ہے۔

1. آپکے ہاتھوں کو محفوظ رکھنے کے لئے دستانوں کے ضرورت ہوگی تا کہ کسی نقصان دہ چیز یا الرجی سے بچا جاسکے۔
2. پودوں کو پانی دینے کے لئے فوارہ
3. پودوں کی تراش کے لئے پودے کاٹنے کی قینچی
4. پودوں کی گوڈی اور مٹی ڈالنے کے لئے ہینڈ فورک اور شول

آئندہ مضمون میں انفرادی طور پر پودوں کو لگانے کے طریقے، ان کی دیکھ بھال اور بیماریوں سے بچاؤ کے متعلق ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری آزمائشیں اور تکالیف دور کر دے اور ہمارے دلوں کو ہر قسم کے غم سے نجات دے دے اور ہمارے کاموں کی کفالت فرما اور اے ہمارے محبوب ہم جہاں بھی ہوں ہمارے ساتھ ہو اور ہمارے ننگوں کو ڈھانپے رکھ اور ہمارے خطرات کو امن میں تبدیل کر دے۔ ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ دنیا و آخرت میں تو ہی ہمارا آقا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے رب العالمین! میری دعا قبول فرما۔

(ترجمہ از عربی عبارت۔تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

یہ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی خدا سے بخشش طلب کرنے کی بہت پیاری دعا ہے۔

ہمارے قابل صد احترام پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2006ء میں اس دعا کے پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

رمضان کے بعد تمام نیکیوں کو جاری رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمارے پیارے آقا ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ سچے دل کا اقرار ہے یہی ہے جو بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ان بقیہ دنوں میں ہمیں خاص طور پر یہ اقرار کرنا چاہئے اور دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس اقرار پر قائم رہیں اور رمضان کے بعد بھی جو تبدیلیاں ہم نے اپنے اندر پیدا کی ہیں ان کو قائم رکھنے کی کوشش کریں، ان کو جاری رکھ سکیں۔ ہم اپنے اس عہد پر قائم رہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور دعا کے ساتھ ساتھ جب ہم اپنا جائزہ لیں گے کہ کیا ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھ رہے ہیں تو پھر ہمیں مزید اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہو گی، مزید توبہ کرنے کی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق ملے گی۔ نیک اعمال بجا لانے کی توفیق ملے گی۔ اور جب اس طرح ہو رہا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ہماری توبہ قبول کرتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہو گا، مزید نیکیوں کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ پس یہ برکت اسی وقت پڑے گی جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے سب کام ہو رہے ہوں گے۔

(خطبہ جمعہ 28اکتوبر 2005ء)

مرسلہ:مریم رحمٰن

بقیہ: جماعت احمدیہ برکینا فاسو کی سرگرمیاں...... از صفحہ 12

فرسٹ کے پروگرام گفٹ آف سائٹ کے تحت فری آئی کیمپ کا انعقاد کیا گیا یہ کیمپ 15تا 19 فروری 2022 تک رہا اس میں 259 مریضوں کا معائنہ کیا گیا جس میں سے 74 مریضوں کا مفت علاج کیا گیا 62 مریضوں کو مفت نظر کی عینک بنا کر دی گئی 111 مریضوں کا مفت آنکھوں کا کیٹاریکٹ آپریشن کیا گیا۔

جلسہ سالانہ برکینا فاسو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ماہ مارچ کے آخر پر ہر سال جماعت احمدیہ برکینا فاسو کو اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے ان شاء اللہ امسال بھی 25 تا 27 مارچ 2022 یہ 30واں جلسہ منعقد کیا جائے گا اور اس کی تیاری کے لیے دوران ماہ ملک کے تمام ریجنز میں اشتہارات،دعوت نامے اور رجسٹریشن کارڈز ارسال اور تقسیم کا کام جاری رہا۔ مندرجہ ذیل ریجنز میں نمایاں کام کیا گیا۔

ریجن بوبو جلاسو کی جماعت سیکو نا میں اجتماعی نماز تہجد باقائدہ انتظام کیا گیا اور جلسہ کی کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں۔

ریجن واگاڈوگو میں ماہ کے آغاز سے ہی ہر اتوار کو مقامی خدام جمع ہو کر بستان مہدی میں جلسہ کی جگہ تیار کرنے کے لیے وقار عمل کرتے رہے ہیں۔

ریجن بوبو جلاسو میں قائم جماعتی ریڈیو سٹیشن میں جلسہ کے حوالے سے خاص پروگرام بنا کر نشر کیے گئے۔

بورومو ریجن میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کی تیاری کے لیے اور ٹرانسپورٹ کے اخراجات کو جمع کرنے کے لیے اجلاس منعقد ہوا پلاننگ کی گئی۔

بانفورا ریجن کی جماعت دونا میں بھی تیاری شمولیت جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں اجلاس منعقد کیا گیا۔

ریجن ددگو کی جماعت سافانے، نانا، ماکونگو، سرالو اور کونا نے جلسہ میں شمولیت اور اس کی پلاننگ کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

دعا کے ذریعہ بیماریوں کی شفاء

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

میرا مذہب بیماریوں کے لئے دعا کے بذریعہ شفاء کے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کرسکتا۔

طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے مگر اس کے آگے خدا دعا کے ذریعہ سے راہ کھول دیتا ہے۔

(تفسیر مسیح موعود جلد 2 صفحہ 276)

مرسلہ :ابن ایف آر بسمل

طلوع وغروب آفتاب

25اپریل 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:34	18:43
مدینہ منورہ	04:29	18:48
قادیان	04:22	19:04
ربوہ	04:02	18:44
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:18	20:15

فقہی کارنر

مسافر اور مریض فدیہ دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(بدر 17 اکتوبر 1907ء صفحہ 7)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)